شوریٰ اور اس کی اہمیت

تحریر: ثمر سلطانہ

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ سیاسیات (جامعہ کراچی)

معنیٰ ومفہوم:

شوریٰ عربی زبان کا لفظ ہے جو مشورہ سے بنا ہے. جس کے معنی یہ ہے کہ کسی معاملہ میں ایک سے زیادہ افراد سے رائے یا مشورہ کیا جائے کسی مسئلہ یا معاملہ کے متعلق کوئی فرد واحد فیصلہ نہ کرے بلکہ چند منتخب معتبر افراد جو اس معاملہ میں علم و واقفیت رکھنے والے خوب اچھی طرح سوچ بچار کر کے فیصلہ کریں یہ اجتماعی عمل شوریٰ کہلائے گا.

"شوریٰ ایک قرآنی اصطلاح ہے. قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے کئی جگہ پر مسلمانوں کو تاکید کی ہے کہ وہ اپنے تمام معاملات پر آپس میں صلاح ومشورہ ضرور کر لیا کرو" (۱)

اسلامی ریاست میں تمام باہمی امور مشورے سے طے کئے جاتے ہیں. جس کی تاکید اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کی ہے.

امت کے بیشتر معاملات ایک وسیع دائرہ عمل میں پھیلے ہوئے ہیں لیکن کچھ مخصوص معاملات ایسے ہیں جو شوریٰ سے مستثنیٰ ہیں جہاں واضح الہامی رہنمائی کے طور پر قرآنی احکامات صراحت کے ساتھ موجود ہیں. اسی طرح کچھ اور معاملات بھی ہیں جہاں ہماری رہنمائی اسوہ نبی ﷺ کے ذریعہ ہو جاتی ہے نبی کریم ﷺ کے کچھ صحابہ کرامؓ کو "اہل الشوریٰ" بھی کہا گیا.

امام راغب اصفہانی اپنی کتاب "**مفردات القرآن**" میں لکھتے ہیں کہ:

"شوریٰ کے معنی آراء حاصل کرنا ہے اس کے لئے دو سمتیں مقرر ہیں ایک جانب امام اور مدبرین حکومت یعنی رائے لینے والے ہوتے ہیں تو دوسری جانب افراد امت یعنی رائے دینے والے ہوتے ہیں" (۲)۔

ابوحیان اندلیسی شوریٰ کے متعلق لکھتے ہیں:

"شوریٰ اظہار رائے کے اس مطالبے کا نام ہے جس کا خطاب امت کے افراد سے ہو" (۳)۔

''قاضی ثنا اللہ پانی پتی شوریٰ کی تعریف کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ: امت مسلمہ کا ہر فرد اپنی صلاحیت اور لیاقت کے مطابق اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہے۔ایک دوسرے کے خیالات سے مشترکہ نکات ابھر کر سامنے آتے ہیں۔اور اچھے فیصلے پر پہنچنے میں مدد ملتی ہے'' ۔ (۴)

شورائی تصور قرآن اور حدیث کی رو سے

قرآن میں حضرت سلمانؑ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ حضرت سلمانؑ نے ہدہد کی زبانی یہ معلوم کر کے کہ دور ایک سلطنت ہے جہاں عورت حکمران ہے تو آپ نے اس کے ذریعہ وہاں کی ملکہ سبا کو خط بھیجا۔جو اس نے اپنے درباریوں کو پڑھکر سنایا۔ قرآن پاک ارشاد ہے:

﴿قالت یایها الملؤ انی القی الی کتاب کریم ☆ انه من سلیمان وانه بسم الله الرحمن الرحیم ☆ الاتعلوا علی واتونی مسلمین ☆ قالت یا یها الملؤا افتونی فی امری ما کنت قاطعت امرا حتی تشهدون﴾ (النمل ۳۲-)۔

ترجمہ "خط سنا کر کہنے لگی اے اہل دربار میرے اس معاملے میں مشورہ دو جب

تک تم حاضر نہ ہو اور (صلاح نہ دو) میں کسی کام کا فیصلہ کرنے والی نہیں"۔

﴿قالوا نحن اولوا قوة واولوا باس شديدوالامراليك فانظرى ماذا تامرين﴾ النمل آیت ۳۳۔

ترجمہ "(اہلِ شوریٰ) بولے کہ ہم بڑے زورآور اور سخت جنگجو لوگ اور آپ کے اختیار میں ہیں جو حکم دیجئے گا (اس کے مال پر) نظر رکھے گا" (النمل ۳۳)۔

اس واقعہ میں شوریٰ کا تصور ابھر کر آتا ہے کہ حکومتی معاملات میں مشورہ لینا اچھا فعل ہے اور فطرت کے مطابق ہے قرآن کریم نے بھی حضرت محمد ﷺ سے فرمایا کہ:

﴿وشاورهم فى الامر فاذا عزمت فتوكل على الله﴾ (سورۃ آل عمران آیت ۵۹)۔

ترجمہ "اپنی حکومت کے کاموں میں مشورہ کیا کرو"۔

اور ساتھ ہی مزید کہا کہ: ﴿وامرهم شورى بينهم﴾ (الشوریٰ ۳۸)۔

ترجمہ "یعنی مسلمان اپنے کام باہمی مشورے سے انجام دیتے ہیں"۔

لٰہذا اس قرآنی حکم نے حاکم وقت کے اختیار پر پابندی لگادی ہے اور اس کو پابند کردیا ہے کہ وہ صلاح ومشورہ سے معاملات حکومت سے کرے.

امام بیہقی حضرت عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور کرم ﷺ کو شوریٰ کا حکم ملا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ شوری سے بے نیاز ہیں.لیکن شوریٰ کا حکم امت کے لئے رحمت کا درجہ رکھتا ہے کیونکہ امت کا فرد مشورہ حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ ترین رہنمائی سے محروم نہیں رہے گا اور جو مشورہ ترک کردے گا وہ غلط راستے پر بھٹکتا رہے گا (۵)۔

﴿فما اوتيتم من شىء فمتاع الحياة الدنيا وماعند الله خير وابقى للذين امنوا وعلى ربهم يتوكلون☆ والذين يجتنبون كبائرالاثم

والفواحش واذا ما غضبوهم یغفرون ☆والذین استجابوا لربهم واقاموا الصلاة وامرهم شوری بینهم ومما رزقناهم ینفقون☆ والذین اذا اصابهم البغی هم ینتصرون﴾ (الشوری آیت ۳۶-۳۹)۔

ترجمہ "جو کچھ بھی تم لوگوں کو دیا گیا ہے وہ محض دنیا کی چندروزہ زندگی کا سروسامان ہے اور جو کچھ اللہ کے ہاں ہے وہ بہتر ہی ہے اور پائیدار بھی، وہ ان لوگوں کے لئے ہے جو ایمان لائے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کرتے ہیں اور غصہ آجائے تو درگزر کر جاتے ہیں جو اپنے رب کا حکم مانتے ہیں نماز قائم کرتے ہیں اپنے معاملات آپس کے مشورے سے چلاتے ہیں ہم نے جو کچھ رزق انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور جب ان پر زیادتی کی جاتی ہے تو اس کا مقابلہ کرتے ہیں (سورۃ شوریٰ)"۔

شوری کے متعلق نبی کریم ﷺ کے بے شمار ارشادات ہیں ان احادیث مبارکہ کی روشنی میں شوریٰ کا مفہوم واضح کرنے کی بھرپور کوشش کی جاتی ہے.

"حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے زیادہ اپنے صحابہ سے مشورہ کرنے والا کوئی نہیں تھا"۔

"عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی کام کا ارادہ کرلے اور باہم مشورہ کرنے کے بعد اس کام کو انجام دینے یا نہ دینے کے بارے میں فیصلہ کرے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یقیناً صیحح ہدایت پائے گا" (بیہقی)۔

"ایک اور حدیث کے مطابق نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "جس قوم نے باہمی مشورہ کیا اس قوم نے فلاح پائی" (طبرانی)۔

"حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب شوریٰ کا حکم آیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگرچہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ شوریٰ سے بے نیاز ہیں مگر شوریٰ کا حکم اس لئے ہے

کہ امت کے لئے رحمت ہو. اوراس کے بعد جو فرد امت سے رائے اور مشورہ طلب کرے گا وہ کبھی اعلیٰ درجہ کی رہنمائی سے محروم نہ ہوگا اور جو شوریٰ کو ترک کرے گا وہ غلط راہ پر چلے گا" (بیہقی)۔

"حضرت محمد ﷺ اہم معاملات میں صحابہ کرامؓ سے مشورہ کرتے رہے تھے. حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ حضرت آپ ﷺ کے بعد اگر کوئی معاملہ ایسا پیش آجائے جو نہ قرآن میں ہو اور نہ ہی آپ کے فرمان میں ہو تو ہم کیا کریں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کے عبادت گزار اور اطاعت شعار لوگوں کو اکھٹا کرو ان کے باہمی مشورے کے ساتھ فیصلہ کرو، کسی ایک کی رائے پر فیصلہ نہ کرو(روح المعانی)"۔

"حضرت قتادہؒ اور حضرت حسنؒ اس بات پر متفق ہیں کہ شوریٰ کے حکم کا مقصد یہ تھا کہ صحابہؓ کے لیے حکومت کے کاموں میں مشورہ لینا اور دینا لازمی ہو جائے اور بعد میں امت مسلمہ کے لیے مستقل حکمت عملی بن جائے" (٦)۔

"حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے زیادہ لوگوں سے رائے مشورہ کرنے والا انسان نہیں دیکھا. آنحضرت ﷺ سے قول مروی ہے کہ اگر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ شوریٰ میں ایک رائے ہوجائے تو میں اس کے خلاف عمل نہیں کروں گا. اس طرح آپ کے قول و فعل سے ثابت ہوا کہ شوریٰ قانون بھی ہے اور حکمتِ عملی بھی ہے" (٧)۔

شوریٰ کی حدود

شوریٰ ایک ایسا طریقہ کار ہے جس کے ذریعے کسی مشکل مسئلہ کا ممکنہ جائز حل تلاش کیا جائے اس کے لئے افراد کا انتخاب کیا جائے جو ایک طرف تو دینی علوم پر دسترس رکھتے ہوں تو دوسری طرف اس معاملے سے آگاہی بھی ہو.

شوریٰ کی حدود کے سلسلہ میں ہم ایک محتاط اندازے کے مطابق یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہر

وہ معاملہ جس کا تعلق ملک وقوم کی اجتماعی مفاد سے ہو یا کوئی ایسا انفرادی مسئلہ جس کا حل قرآن و سنت میں یا آثار صحابہ میں نہیں مل رہا ہے تو اس کے لئے ہم اجتہاد یا اجماع کی طرف سے رجوع کرتے ہیں اور اجماع شوریٰ کی ہی ایک بہتر صورت ہے'' (۸) یہاں یہ امر بھی پیشِ نظر ہے کہ کسی معاملے میں جب بہت سے افراد اجتماعی طور پر اس کے حل کے لئے مخلصانہ کوشش کرتے ہیں تو اس میں غلطی یا لغزش کا امکان ہی کم ہوتا ہے کیونکہ بہت سے افراد کا کسی غلط کام یا عمل پر متفق ہو جانا ناممکن ہے خاص طور سے اس صورت میں جبکہ یہ لوگ شریعتِ مطہرہ کے پابندی کرنے والے ہوں.

شوریٰ کے درجات

عام تصور یہ ہے کہ شوریٰ سے مراد یہ ہے کہ حکومتی یا ملکی سطح پر افراد کی ایک جماعت مقرر کر دی جائے اور وہ ملکی معاملات و مسائل کے سلسلے میں اس دور کی حکومت کی معاونت کرے لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے. ہمیں شوریٰ کے تین درجات نظر آتے ہیں.

اوّل:

شوریٰ کا پہلا درجہ وہ ہے جو ہمارے گھر و خاندان کی چہار دیواری تک محدود ہے اور " ہم اپنی شرعی حدود میں رہتے ہوئے مختلف معاملات میں ایک دوسرے سے مشورہ کرتے ہیں اور بہت سے امور میں دوسروں کی رائے کو ترجیح دیتے ہیں." (۹)، اس طرح گھر و خاندان میں ایک ابتدائی تربیت کا ذریعہ میسر آجاتا ہے اور اس درجہ کو ہم مشاورت یا شوریٰ کا ابتدائی درجہ کہہ سکتے ہیں.

دومؔ:

شوریٰ کا دوسرا درجہ وہ ہے جو ہمارے دینی مدارس کے دارالافتاء اور ان اداروں میں

پایا جاتا ہے جہاں قرآن وسنت کی روشنی میں لوگوں کے مسائل کے حل پیش کیے جاتے ہیں.

مسائل اور سوالات میں بہت سی پوچھی گئی ایسی باتیں ہوتی ہیں جو قرآن وسنت میں نہیں ملتیں اس لئے لوگ ان کے صحیح حل کے لئے مفتیانِ دین کی طرف رجوع کرتے ہیں ''(۱۰) اور ان مسائل کے جواب کے لئے کہیں انفرادی اور کہیں اجتماعی طور پر انتہائی عرق ریزی سے تحقیق کر کے فتویٰ صادر کئے جاتے ہیں. اس عمل کو ہم شوریٰ کے دوسرے درجے میں شمار کرتے ہیں.

سوئم:

شوریٰ کا تیسرا اہم اور بڑا درجہ وہ ہے جو ملکی سطح پر قائم کیا جائے یعنی حکومت کے زیرِ نگرانی پورے ملک میں ماہرینِ شریعت کی جماعت منتخب کر کے شوریٰ مجلس کا قیام کرنا جس کا مقصد یہ ہو کہ وہ ملک کے تمام قوانین کی چھان بین کرے آیا یہ شریعت کے مطابق ہیں یا نہیں یا ان میں کون سی خامی یا سقم ہے تو اسے دور کر دیا جائے. "اسی طرح کوئی نیا مسودۂ قانون ترتیب دیا جا رہا ہے اسے شوریٰ میں پیش کر کے دینِ اسلام کے مطابق کرنے کا کام لیا جائے. "(۱۱)۔

اگر اچانک کوئی معاملہ یا مسئلہ درپیش ہو جس میں حکومت کو دینی رہنمائی کی ضرورت درپیش ہو تو اس کے لئے بھی شوریٰ کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے. ان تمام امور میں اراکینِ مجلس شوریٰ کا یہ اخلاقی، دینی اور قانونی فریضہ ہے کہ وہ ہر قسم کے اختلافی مسالک سے بالاتر ہو کر صرف اور صرف قرآن وسنت کی روشنی میں فیصلہ صادر کریں اور قابلِ قبول صورت سامنے آ جائے گی.

کسی بھی اسلامی حکومت کو مجلس شوریٰ کے منتخب کرنے کے سلسلے میں مندرجہ ذیل امور پیشِ نظر رکھنا چاہیے.

۱۔ علومِ دینیہ میں مہارت حاصل ہو.
۲۔ صرف عالم اسلام نہ ہو بلکہ عامل اسلام بھی ہو.
۳۔ گناہ وسزا سے پاک ہو.
۴۔ عوام الناس میں اچھی شہرت رکھتے ہوں.
۵۔ تحقیق و تنقیح وتنقید میں مہارت ہو.
۶۔ شہرت وعہدے کا متمنی نہ ہو.
۷۔ مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والوں کی نمائندگی بھی ہو مثلاً سائنس, معاشیات، سیاسیات، طب اور ٹیکنالوجی وغیرہ جو اپنے شعبے میں مہارت کے ساتھ ساتھ دین اسلام کے ساتھ خصوصی وابستگی وعمل کے حامل بھی ہوں.
۸۔ اراکین کا انتخاب ہر قسم کی وابستگی سے پاک ہو.

پس منظر

یہ طریقہ صلاح ومشورہ یعنی شوریٰ جیسا کہ نبی کریم ﷺ اور ان کے صحابہ کرامؓ نے روا رکھا عرب معاشرے میں کوئی نیا عمل نہیں، بلکہ قبل از اسلام قبائلی دستور کا وہ تسلسل تھا جو " الندوہ' کے نام مشہور تھا.ایک قبائلی مجلس تھی جو قبیلوں کے بڑے بڑے مقتدر سرداروں پر مشتمل تھی.اس مجلس میں قبیلوں کے اہم معاملات باہم مشورے کر کے فیصلے کئے جاتے تھے'' (۱۲)۔

آمد اسلام کے بعد اس دستوری مجلس کی قبائلی اصولوں کی بجائے مذہبی الحاق کی بنیادوں پر از سرِ نو تنظیم کی گئی۔قبائلی فرقہ واریت کی اسلامی انفرادیت میں تبدیلی نے اسلامی امہ کے استدلال کے لئے ایک نئی قسم کی عمومی حصہ داری کو جنم دیا گویا،اسلامی ریاست یا اسلامی مملکت شوریٰ پر مبنی ایک جمہوری ریاست ہوتی ہے اس کے تمام امور ومعاملات خدا اور اس کے

نبی ﷺ کے احکامات کی روشنی میں مسلمان باشندوں کے باہم مشورے سے طے کئے جاتے ہیں. "مشاورت یعنی شوریٰ اسلامی زندگی کا ایک اہم ترین ستون ہے. مشورے کے بغیر امہ کے اجتماعی امور کی انجام دہی ناممکن ہے." (۱۳)۔

حضور نبی کریم ﷺ نے کئی جنگوں اور غزوات میں صحابہ کرامؓ سے مشورے کئے. جنگِ بدر میں جب قبیلہ قریش کے کچھ قیدی پکڑے گئے تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو مشورے کے لئے طلب کر لیا اور ان قیدیوں کے بارے میں رائے طلب کیں. اس طرح حضرت ابوبکرؓ کے مشورے سے تعلیم یافتہ قیدیوں کو تعلیم اور تدریس پر معمور کیا گیا اور غیر تعلیم یافتہ قیدیوں سے معاوضہ لے کر انہیں چھوڑ دیا گیا. اسی طرح جنگِ احد پر تمام صحابہ کرامؓ سے مشورہ کر کے شہر سے باہر جنگ لڑنے کو ترجیح دی گئی اور بعد ازاں کچھ صحابہؓ نے کہا کے جنگ شہر کے اندر لڑی جائے. اس پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا "جب ایک بار فیصلہ کر لو تو پھر اس پر قائم رہو چاہے نقصان ہی کیوں نہ اٹھانا پڑے"۔

حضرت عمر سے روایت ہے کہ وہ ایک بار نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ اگر کوئی مسئلہ قرآن وسنت میں موجود نہ ہو تو کیا کیا جائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ قانون جاننے والے عبادت گزار سے مشورہ کرو لیکن ایسے موقع پر کسی شخص کی انفرادی رائے کا نفاذ نہ کرنا.

اسلام نے شوری کی کوئی خاص شکل متعین نہیں کی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام کے تمام احکامات ساری دنیا کے لئے ہیں اور ہمیشہ کے لئے ہیں اگر شوریٰ کی کوئی خاص شکل متعین کر دی جاتی تو شوریٰ عالمگیر اور ہمہ گیر نہ ہوتی.

عہد نبوی ﷺ میں شوریٰ کی تنظیم

جب تک رسول اکرم ﷺ حیات رہے آپ پر وحی ربانی کا سلسلہ جاری رہا.

آپ لوگوں کی دینی اور دنیاوی رہنمائی فرماتے رہے رسول اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس کا بلاواسطہ تعلق رب کریم سے قائم تھا. لہٰذا تمام معاملات میں لوگوں کے لئے خاص و عام احکامات جاری وساری ہوتے رہے اور یہ سلسلہ 23 سالہ دور نبوت تک جاری رہا. پھر جب مثیتِ ایزدی سے جب آپ دنیا سے رخصت ہوئے تو صحابہ کرام اجمعین کے پاس قرآن وسنت موجود تھی لیکن بہت سے معاملات میں فیصلہ کرنے کے لئے آپس میں مشاورت کی ضرورت پیش آتی اور سب سے پہلے آپ کی وفات کے بعد لوگوں نے آپس میں مشاورت کر کے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر بیعت کی اس طرح اس عمل سے شوریٰ کی ابتداء ہوتی ہے.

حضور ﷺ قرآن پاک کے سب سے بڑے مفسر ہیں. آپ ﷺ توان احکامات پر خود عمل کرتے تھے جو وحی الٰہی کے ذریعے آپ ﷺ پر نازل ہوتے تھے، اللہ تعالیٰ نے سورۃ آل عمران میں نبی کریم ﷺ کو تاکید کی تھی:

﴿وشاورهم فی الامر فاذا عزمت فتوكل على الله ان الله يحب المتوكلين﴾۔

ترجمہ: "اور (اے نبی ﷺ) ان سے امور سلطنت میں مشورہ لے لیا کرو. جب (مشورہ کر کے) تم پختہ ارادہ کرلو تو پھر اللہ پر مکمل بھروسہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں"۔

عہد رسالت ﷺ میں شوریٰ کے مندرجہ ذیل اجلاس منعقد کئے گئے:

۱۔ سنہ ا ہجری میں شوریٰ کے اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ لوگوں کو نماز کے لئے بلانے کی خاطر آذان دی جایا کرے گی یعنی آذان کے معاملہ میں صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا گیا.

۲۔ شوریٰ بدر الکبریٰ میں کفار سے جنگ کرنے کا فیصلہ کیا گیا.

۳۔ سنہ ۲ ہجری میں شوریٰ کے ذریعے جنگ بدر کے قیدیوں کی قسمت کا فیصلہ کیا گیا یعنی جنگ بدر کے قیدیوں کے انجام کا فیصلہ بھی صحابہ کرامؓ کے مشورہ سے کیا گیا۔

۴۔ سنہ ۳ ہجری میں شوریٰ کے توسط سے فیصلہ کیا گیا کہ کفار کا مقابلہ مدینہ سے باہر نکل کر کیا جائے گا۔

۵۔ سنہ ۵ ہجری میں جنگ خندق کے موقع پر حضور ﷺ نے جنگی حکمت عملی کے بارے میں صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا۔ اس میں حضرت سلمان فارسیؓ نے خندق کھودنے کی رائے دی۔

۶۔ سنہ ۶ ہجری میں حضرت عائشہ صدیقہؓ پر ناجائز بہتان کے بارے میں شورائے افک میں غور وخوض کیا گیا۔

۷۔ سنہ ۷ ہجری میں صلح حدیبیہ کے بارے میں صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا گیا۔

۸۔ سنہ ۸ ہجری میں ہوازن کے ۶ ہزار جنگی قیدیوں کی قسمت کا فیصلہ کرنے کے لئے شوریٰ کا اجلاس منعقد کیا گیا۔

۹۔ حضور ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا گورنر مقرر کرنے کے بارے میں ممتاز صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا۔

عہد نبویؐ میں جس طرح شوریٰ نے کام کیا اس سے مندرجہ ذیل صورتیں سامنے آتی ہیں:

۱۔ باقاعدہ رسمی اجلاس: جو آپ ﷺ کی طرف سے اہم معاملہ کو پیش کرنے کے لئے طلب کیا گیا مثلاً اساری بدر، غزوہ احد اور میدان جنگ، صلح حدیبیہ وغیرہ کے مواقع پر۔ یہ باقاعدہ رسمی اجلاس کہلائیں گے۔

۲۔ نمائندہ گان مجالس انتظامیہ: اس صورت میں کسی قوم کے نمائندے حکومت کے زیر اثر جمع ہو کر کسی معاملے میں رائے دیتے ہیں مثلاً ہوازن کے چھ ہزار قیدیوں کی بابت ایسا اجلاس ہوا۔ ایسے اجلاس نمائندگان مجالس انتظامیہ کہلائیں گے۔

۳۔ مشورہ فرد: جماعت کے کسی فرد نے آپ کو مشورہ دیا اور آپ ﷺ نے مشورہ قبول فرمایا جیسے غزوہ خندق میں خندق کھودنے کی بابت حضرت سلمان فارسیؓ کا مشورہ قبول کیا گیا۔ جیسے میدان بدر کے پڑاؤ کے ضمن میں حضرت خباب بن منذر کا مشورہ قبول کیا گیا اور اس کی دوسری صورت یہ ہے کہ آپ ﷺ نے واقعہ افک کے ضمن میں فرداً فرداً مشورہ کیا۔

شوریٰ جس کی شروعات حضور اکرم ﷺ نے قرآن پاک کی ہدایت کے مطابق کی ایسے فیصلے کرنے کے طریقے کو ابتدائی مسلمانوں نے تسلسل کے ساتھ ہر قسم کے حالات میں اپنایا تا کہ نظمات عامہ (Public Administration) کی طریقہ سازی، قانون سازی، اور انتظامِ جہاد میں جو نئے مسائل درپیش آئیں اس کا حل ڈھونڈ سکیں۔

مسلم قوم کے بانی پیغمبرِ اسلام حضرت محمد ﷺ نے کافی فیصلے فصلت کے بھی کئے آیا کہ وہ ان کے کامل فیصلے کی تکمیل تھے یا پھر ان کی جماعت صحابیوں سے صلاح مشورہ سے لئے گئے تھے حضور اکرم ﷺ نے مدینہ میں ابتدائی اصول پر مبنی انتظامیہ کی بنیاد رکھی۔

سریہ کی جنگوں کے دوران انھوں نے ہمیشہ افسران نامزد کئے اس کے علاوہ انھوں نے (جنگ میں) ہدایت دینے والے، کاتب زکوۃ، جماعت کرنے والے، ایلچی، سفیر، قاصد، منصف اور کئی چھوٹے چھوٹے افسران دائمی یا چند روزہ یعنی مخصوص وقت کے لئے سرکاری عملہ میں اہم عہدوں پر مقرر کئے، فتح مکہ کے وقت مکہ کی انتظامیہ/نظامِ حکومت کے لئے حضور اکرم ﷺ کو بہت سارے فیصلے کرنے تھے۔

حضور اکرم ﷺ کے دور میں ان تمام مثالوں سے ہم شوریٰ کے متعلق چند طے شدہ نتائج ضرور نکال سکتے ہیں.

۱۔ جب سے اسلامی دنیا کا آغاز ہوا شوریٰ نے فیصلے کرنے کا عام سلسلہ شروع کر دیا بعدازاں اس کو مزید احکامات خداوندی سے مستحکم کر دیا.

۲۔ شوریٰ ان تمام معاملات کے معاون ثابت ہوئی جو قرآن پاک اور سنتِ رسول اللہ ﷺ کے لازوال اصولوں سے ظاہر نہیں کئے گئے تھے یہ نہ صرف قانون سازی بلکہ طریقہ سازی، فنون جنگ، نظاماتِ عامہ وغیرہ سے اٹھنے والے سوالات کے لئے بھی کارگر ثابت ہوئی. یہ سوالات سیاسی فیصلہ سازی میں آتے ہیں جیسے کہ ان معاملات کے بارے میں سیاسی فیصلے صرف من پسند سوچ اور بدلتے حالات تک محدود ہوتے چنانچہ یہ فیصلے کسی بھی لازوال اصولوں کی مطابقت سے سختی سے نہیں لئے جاسکتے تھے چنانچہ حضور اکرم ﷺ کی زندگی میں ایسے معاملات کے فیصلے ہمیشہ حضور اکرم ﷺ اور شوریٰ کے فیصلے کے مطابق ہوئے.

۳۔ اجتہاد اور اجماع یہ دو سلسلے شوریٰ کی اقسام ہیں. حضور اکرم ﷺ کی زندگی میں سلسلۂ شوریٰ میں ان دونوں پر یکساں حیثیت عمل کیا جاتا تھا.

خلافت راشدہ کے دور میں شورہ کی تنظیم اور کارکردگی

حضرت ابوبکر صدیقؓ جب منبر خلافت پر رونق افروز ہوئے تو آپ پر دوہری ذمہ داری آپڑی تھی. ایک تو رسول اللہ ﷺ کی جدائی کا غم تھا جسکو سہنے کا سب کو حوصلہ دینا تھا اور خود بھی اس سے عہدہ براں ہونا تھا. دوسرے آپؓ کے کاندھوں پر خلافت کا عظیم بوجھ تھا اسے بھی نبھانا تھا. آپؓ نے ان دونوں ذمہ داریوں کو بہت اچھی طرح نبھایا، خلیفہ اول نے جب سے

بار خلافت اٹھایا مرتے دم تک اسے بحسنِ خوبی نبھایا اور جب بھی مسلمانوں کو کسی اہم مسئلہ کا سامنا کرنا ہوتا حضرت ابوبکر صدیقؓ مشاورت کے لئے معزز صحابہ کرام کو جمع فرماتے اور ان کی رائے کی روشنی میں فیصلہ کرتے مثلاً خلیفہ بننے کے باوجود آپ روزگار کے لئے نکلتے تھے تو حضرت عمر فاروقؓ نے صحابہ کرام سے مشورہ کر کے آپؓ کو بیت المال سے روزینہ مقرر کرایا تاکہ آپؓ کل وقت مسلمانوں کی یکسوئی سے خدمت کرتے رہیں اور روزگار کے سلسلے میں آپ کا وقت ضائع نہ ہو، اسی طرح رسول اکرم ﷺ کی وفات کے بعد کچھ لوگوں نے زکوۃ کی ادائیگی میں بیت المال کام لیا تو آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ لیا اور فیصلہ کن انداز میں فرمایا "اگر اونٹ کی نکیل بھی زکوۃ میں نکلتی ہوگی تو میں اس کے لئے جہاد کروں گا"۔

اسلام کا نظام شوریٰ پر ہے حضرت عمرؓ نے اس ہی بنیاد پر خلافت اسلامیہ کو قائم کیا. اس نظام میں اہم کام بغیر اہل الرائے صحابہؓ کے مشورے کے انجام نہ پاتا تھا. خاص خاص حالات میں عامۃ المسلمین کا مشورہ بھی ضروری ہوتا تھا. روزانہ کے پیش آنے والے مسائل کے فیصلہ کیلئے اہل الرائے صحابہؓ کی مجلس شوریٰ تھی اس کے ممتاز ارکان یہ تھے. حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، اور حضرت زید بن ثابتؓ، اس کے علاوہ داخلی امور کے لئے ممتاز مہاجرین وانصار کی خاص مجلس ہوتی تھی. ہر مسلمان کو آزادی رائے اور حکومت پر نکتہ چینی کرنے کا پورا پورا حق حاصل تھا. معمولی معمولی مسلمان بر سرعام حضرت عمر کو ٹوک دیتے تھے. جس کے واقعات عام طور پر معلوم ومشہور ہیں، حضرت عثمان کی خلافت کا کام بھی ایسی مجلس مشاورت ہی انجام دیتی تھی.

اگرچہ عثمانی دور میں عہد فاروقی کی طرح شوریٰ کا اہتمام نہ رہ گیا تھا لیکن داخلی امور میں حضرت عثمانؓ اکابر صحابہؓ اور عمال حکومت سے مشورہ فرماتے تھے، اور ہر انقلاب کے حالات میں ملک کی صلاح وفلاح اور فتنہ وفساد کی بیخ کنی کے لئے اکابر صحابہ اور عمال حکومت سے صلاح ومشورہ کے واقعات معلوم ومشہور ہیں.

ملکی وانتظامی معاملات میں حکام وقت دوسرے غیر ذمہ دار اشخاص کے مقابلے میں زیادہ بہتر اور صاحب رائے قائم کرسکتے ہیں. چنانچہ آج تمام مغرب حکومتوں میں عمال وحکام تحریک مجلس شوریٰ ہوتی ہے۔

حضرت عثمانؓ نے تیرہ سو سال پہلے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے ایک مجلس شوریٰ ترتیب دی تھی. اس مجلس کے ارکان میں عموماً تحریری رائے طلب کی جاتی تھی. کوفہ میں پہلے پہل جب فتنہ فسادات کی ابتدا ہوئی تو اس کی بیخ کنی کے مطابق تحریر ہی کے ذریعہ رائے طلب کی گئی تھی. کبھی کبھی دارالخلافہ میں باقاعدہ جلسے بھی ہوتے تھے. چنانچہ ۳۴ ہجری میں اصلاحات ملک پر غور کرنے کے لئے جو جلسہ ہوا تھا اس میں تمام اہل الرائے اور اکثر عمال شریک تھے.

خلافت راشدہ کے دور میں اہم موقعوں پر شوریٰ کے ذریعے فیصلے کیے گئے. شوریٰ کے یہ اجلاس مندرجہ ذیل تھے:

۱۔ سنہ ۱۱ ہجری میں شوریٰ سقیفہ بنی ساعدہ کے ذریعے ممتاز انصار اور مہاجرین نے خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کا انتخاب کیا.

۲۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے لشکر اسامہ کی روانگی کے بارے میں صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا.

۳۔ مرتدین زکوٰۃ کے بارے میں لائحہ عمل طے کرنے کے لئے صحابہ کرامؓ سے رائے لی گئی.

۴۔ حضرت عمر فاروقؓ کی نامزدگی کے بارے میں صحابہ کرامؓ سے مشورہ لیا گیا.

۵۔ سنہ ۱۴ ہجری میں حضرت عمرؓ نے عراق میں دوبارہ فوج کشی کرنے کے لئے مجلس شوریٰ کے اراکین سے مشورہ کیا.

۶۔ بیت المقدس کے قلعہ کی چابی وصول کرنے کے لئے فلسطین جانے کے لئے حضرت عمرؓ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا.

۷۔ سنہ ۱۶ ہجری میں حضرت عمرؓ نے مجلس شوریٰ کا اجلاس طلب کر کے عراق سے حاصل ہونے والے محاصل کے بارے میں رائے طلب کی.

۸۔ سنہ ۲۱ ہجری میں جنگ نہاوند سے پہلے حضرت عمرؓ نے شوریٰ کا اجلاس بلایا. اس میں جنگی حکمت عملی طے کی گئی.

۹۔ خلیفہ سوم حضرت عثمانؓ کا انتخاب مجلس شوریٰ کے فیصلے کی روشنی میں کیا گیا.

۱۰۔ خلیفہ چہارم حضرت علیؓ کا انتخاب بھی مسجد نبویؐ میں عوام الناس کے مشورے سے کیا گیا.

حضور ﷺ کے بعد خلفاء راشدین کا دور شروع ہوا تو حضرت ابوبکر کی خلافت کی بنیاد بھی شوریٰ پر تھی. لہٰذا حضرت ابوبکر صدیقؓ کا بحیثیت خلیفہ اول انتخاب مجمع عام میں کیا گیا. حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی اپنے جانشین کو نامزد نہیں کیا بلکہ آخری وقت آنے پر اکابر صحابہ کو فرداً فرداً بلا کر ان سے مشورہ کیا اور حضرت عمر کے حق میں وصیت لکھوائی. "بیماری کی حالت میں ہی آپؓ نے مسلمانوں کے مجمع عام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ترجمہ "کیا تم راضی ہو اس شخص پر جس کو میں تم پر اپنا جانشین بناؤں! خدا کی قسم میں نے غور و فکر کر کے رائے قائم کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی ہے اور اپنے کسی رشتے دار کو مقرر نہیں کیا ہے. میں نے عمر بن الخطاب کو جانشین بنایا ہے پس تم اسکی سنو اور اطاعت کرو." اس پر ہجوم میں سے آواز بلند ہوئیں کہ ترجمہ: "ہم نے سنا اور مانا." (۱۴) اس طرح خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کو بھی نامزد نہیں کیا گیا بلکہ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مشورہ کرنے کے بعد ان کا نام تجویز کیا اور عوام سے منظور

کرایا.

حضرت عمرؓ کے رخصت ہونے کا وقت قریب آیا تو انہوں نے نبی کریمؐ کے چھ عظیم اصحاب پر مشتمل ایک انتخابی ادارہ بنایا جن پر مسلمانوں کی نگاہ انتخاب پڑ سکتی ہیں. اس مجلس کے سپرد یہ کام کیا گیا کہ وہ باہمی مشورے سے ایک شخص کو خلیفہ تجویز کریں اس وقت حضرت عمرؓ نے فرمایا: ترجمہ "تم میں سے جو کوئی مسلمانوں کے مشورے کے بغیر زبردستی امیر بنے اس کی گردن ماردو"۔

اس مجلس نے بالآخر انتخاب کا کام حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف کے سپرد کیا جنہوں نے مدینے میں عام لوگوں سے رائے معلوم کی. بالآخر وہ اس نتیجہ پر پہنچے دو افراد کو امت کا اعتماد حاصل ہے حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ. ان دونوں میں سے زیادہ لوگوں کا میلان حضرت عثمانؓ کی طرف تھا. اس استصواب کے بعد حضرت عثمانؓ کے حق میں فیصلہ ہوا اور مجمع عام میں ان کی بیعت کی گئی.

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے وقت امت میں شدید افراتفری کا عالم تھا. چند صحابہ کرامؓ نے حضرت علیؓ کے مکان پر حاضر ہو کر یہ خیال ظاہر کیا ان سے زیادہ امارت کا حق دار کوئی نہیں. اس لئے وہ اس کی ذمہ داری قبول کریں. حضرت علیؓ نے اس سے انکار کیا. سب کے اصرار پر انہوں نے فرمایا کہ آپ لوگ یہی چاہتے ہیں تو مسجد چلیئے. ترجمہ: " کیونکہ میری بیعت خفیہ طور پر نہیں ہو سکتی اور مسلمانوں کی عام رضامندی کے بغیر اس کا انعقاد ممکن نہیں. " جب حضرت علیؓ مسجد نبویؐ میں پہنچے تو انصار و مہاجرین مجمع عام میں آپؓ کے ہاتھ بیعت کی گئی.

خلیفہ منتخب ہونے کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جو خطبہ ارشاد فرمایا اس کے الفاظ سے یہ بات واضح ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو جمہور کی رائے کا کتنا خیال اور پاس تھا اور شوریٰ کو سلطنت کی بہبود کے لئے کس قدر ضروری خیال کرتے تھے. حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا:

"میں تم پر حاکم تو بنادیا گیا ہوں لیکن تم سے بہتر نہیں اگر میں نیکی کی راہ پر چلو تو میری

فرمانبرداری کرو لیکن اگر میرا قدم نیکی کی راہ سے ڈگمگا کر بدی کی راہ پر چلا جائے تو مجھے درست کردو جب تک کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہوں تو میری اطاعت کرتے رہو اگر میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت فرض نہیں ہے" (۱۵) ان الفاظ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ عوام الناس کو خلیفہ کے کاموں کی نگہداشت کرنے اور اسے نیک مشورے دینے کا حق حاصل ہے.

"سنن الدارمی میں حضرت میمون بن مہران کی روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کا قاعدہ تھا کہ جب ان کے پاس کوئی معاملہ آتا تو پہلے اسے دیکھتے تھے کہ اس معاملہ میں کتاب کیا کہتی ہے اگر وہاں کوئی حکم نہ ملتا تو یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ اس طرح کے معاملہ میں کیا فیصلہ صادر فرمایا ہے اور اگر سنت رسول ﷺ میں بھی کوئی حکم نہ ملتا تھا تو قوم کے سرکردہ اور نیک لوگوں کو جمع کر کے مشورہ کرتے تھے پھر جو رائے بھی سب کے مشورہ سے قرار پاتی اس کے مطابق فیصلہ کرتے (سنن الدارمی) "(۱۶)۔

یہی طرز عمل حضرت عمرؓ کا بھی تھا مشورے کے معاملے میں خلفاء راشدین کا تصور یہ تھا کہ اہل شوریٰ کو پوری آزادی کے ساتھ اظہار رائے کرنے کا حق ہے اس معاملے میں خلافت کی پالیسی کو حضرت عمرؓ نے ایک مجلس مشاورت کی افتتاحی تقریر میں یوں بیان فرمایا ہے:

"میں نے آپ لوگوں کو جس غرض کے لئے تکلیف دی ہے وہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ مجھے آپ کے معاملات کی امانت کا جو بار ڈالا گیا ہے اسے اٹھانے میں آپ میرے ساتھ شریک ہوں میں آپ ہی کے افراد میں سے ایک ہوں اور آج آپ ہی وہ لوگ ہیں جو حق کا اقرار کرنے والے ہیں آپ میں سے جس کا جی چاہے مجھ سے اختلاف کرے جس کا جی چاہے میرے ساتھ اتفاق کرے میں نہیں چاہتا کہ آپ میری خواہش کی پیروی کریں" (۱۷).

شوریٰ کی اہمیت

مشاورت اسلامی طرز زندگی کا ایک اہم ستون ہے اور مشورے کے بغیر اجتماعی کام چلانا نہ صرف جاہلیت کا طریقہ بلکہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے ضابطے کی صریح خلاف ورزی ہے مشاورت کو اسلام میں یہ اہمیت کیوں دی گئی ہے اس کی وجوہ پر اگر غور کیا جائے تو تین باتیں واضح طور پر سامنے آتی ہیں.

ا۔ ایک یہ کے جس معاملہ کا تعلق دو یا زائد آدمیوں کے مفاد سے ہو اس میں کسی ایک شخص کا اپنی رائے سے فیصلہ کر ڈالنا اور دوسرے متعلق اشخاص کو نظر انداز کر دینا زیادتی ہے مشترکہ معاملات میں کسی کو اپنی من مانی چلانے کا حق نہیں انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ ایک معاملہ جتنے لوگوں سے تعلق رکھتا ہو اس میں ان سب کی رائے لی جائے اگر وہ کسی بہت بڑی تعداد سے متعلق ہو تو ان کے معتمد علیہ نمائندوں کو شریک مشورہ کیا جائے.

۲۔ دوسرا یہ کے انسان مشترکہ معاملات میں اپنی من مانی چلانے کی کوشش یا تو اس وجہ سے کرتا ہے کہ اپنی ذاتی اغراض کے لئے دوسروں کا حق مارنا چاہتا ہے یا پھر اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو بڑی چیز اور دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے اخلاقی حیثیت سے یہ دونوں صفات یکساں قبیح ہیں اور مومن کے اندر ان میں سے کسی صفت کا شائبہ بھی نہیں پایا جا سکتا اور نہ مومن خود غرض ہوتا ہے.

۳۔ تیسرے جن معاملات کا تعلق دوسروں کے حقوق اور مفاد سے ہو ان میں فیصلہ کرنا ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے. کوئی شخص جو خدا سے ڈرتا ہو اور جانتا ہو کہ اس کی کتنی سخت جوابدہی ہے اسے اپنے رب کے سامنے جانا ہے کبھی اس بھاری بوجھ کو تنہا اپنے سر لینے کی جرات نہیں کرسکتا. اس طرح جرات صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جو خدا سے بے خوف اور آخرت سے بے فکر ہوتے ہیں. خداترس اور آخرت کی باز پرس کا احساس رکھنے والا آدمی لازماً یہ کوشش کرے گا کہ ایک مشترکہ معاملہ جن جن سے بھی متعلق ہو ان سب کو یا ان کے بھروسے کے نمائندوں کو اس کا فیصلہ کرنے میں شریکِ مشورہ کرے تاکہ زیادہ سے زیادہ صحیح اور بے لاگ اور مبنی انصاف فیصلہ کیا جا سکے اگر نادانستہ کوئی غلطی بھی ہو جائے تو تنہا کسی ایک ہی شخص پر اس کی ذمہ داری نہ آ پڑے.

اسلام جس اخلاق کی انسان کو تعلیم دیتا ہے "مشورہ" اس کا لازمی تقاضہ ہے اور اس سے انحراف ایک بہت بڑی بداخلاقی ہے جس کی اسلام کبھی اجازت نہیں دے سکتا. اسلامی طرز زندگی یہ چاہتا ہے کہ مشاورت کا اصول ہر چھوٹے بڑے اجتماعی معاملے میں برتا جائے ایک قبیلے یا برادری یا بستی کے معاملات ہوں اور سب لوگوں کا شریک مشورہ ہونا ممکن نہ ہو تو ان کا فیصلہ کوئی ایسی پنچائیت یا مجلس کرے جس میں کسی متفق علیہ طریقے کے مطابق تمام متعلق لوگوں کے معسمد علیہ نمائندے شریک ہوں.

"ایک پوری قوم کے معاملات ہوں تو ان کے چلانے کے لئے قوم کا سربراہ سب کی مرضی سے مقرر کیا جائے اور وہ قومی معاملات کو ایسے صاحبِ رائے لوگوں کے مشورے سے چلائے جن کو قوم قابل اعتماد سمجھتی ہو اور وہ اسی وقت تک سربراہ رہے جب تک قوم خود اسے اپنا سربراہ بنائے رکھنے چاہئے کوئی ایماندار آدمی زبردستی قوم کا سربراہ بننے اور بنے رہنے کی خواہش یا کوشش نہیں کرسکتا نہ فریب کاری کرسکتا ہے کہ پہلے بزور قوم کے سر پر مسلط ہو جائے اور پھر جبر

کے تحت لوگوں کی رضامندی طلب کرے اور اس طرح کی چال چل سکتا ہے کہ اس کو مشورہ دینے کے لئے لوگ اپنی آزاد مرضی سے اپنی پسند کے نمائندے نہیں بلکہ وہ نمائندے منتخب کریں جو اس کی مرضی کے مطابق رائے دینے والے ہوں" ۱۸۔

الغرض اسلام میں حکومت کے قیام کے لئے اور حکمراں کے قرآن و سنت کے دائرے میں فرائض کی انجام دہی کے لئے شوریٰ خاص اہمیت رکھتا ہے جس میں اجتماعی مشورہ اور بعض اوقات عام بحث کے ذریعے عوام الناس کی رائے کو جمع کیا جاتا ہے جس سے کسی بھی معاملے میں ذاتی رائے کے بجائے اجتماعی رائے فیصلے میں شامل ہوتی ہے اگر چہ آج ہمیں خلفاء راشدین کے دور کی شوریٰ کی طرح کی مثال نہیں ملتی لیکن خلفاء راشدین کے دور کی شوریٰ آج کی منتخب شوریٰ کے مقابلے میں کئی گنا بہتر تھی.

حوالہ جات

۱۔ چوہدری احسان اللہ، اسلامی ریاست، اسلامی سیاسی افکار اور ادارے، غضنفر اکیڈمی، پاکستان، ص ۴۷۔

۲۔ ماخوذ، محمد آصف ملک، مسلمانوں کے سیاسی افکار وادارے، پبلیشر ایمپوریم احاطہ شاہدریاں، اردو بازار لاہور ۲۰۰۲ ص ۲۱۸۔

۳۔ ایضاً

۴۔ ایضاً

۵۔ ڈاکٹر امیر حسن صدیقی، مسلم تنصیبات، جمعیت الفلاح کراچی، ص ۷۰
پروفیسر سلطان احمد صدیقی، اسلامی افکار وسیاسات، کفایت اکیڈمی، شاہراہ لیاقت نزد فریئر مارکیٹ، کراچی ص ۱۳۷۔

۶۔ مولانا حامد الانصاری، اسلام کا نظام حکومت، ندوۃ المصنیفین اردو بازار دہلی، ۱۹۵۶ ص ۳۰۳۔

۷۔ ایضاً ص ۳۰۴۔

۸۔ سرور حسین خان، معارف دین اسلام، غضنفر اکیڈمی پاکستان، اردو بازار، کراچی، ۱۹۹۹ء، ص ۴۲۱۔

۹۔ ایضاً۔

۱۰۔ ایضاً ص ۴۲۲۔

۱۱۔ ایضاً۔

۱۲۔ چوہدری احسان اللہ، اسلامی ریاست، اسلامی سیاسی افکار اور ادارے، غضنفر اکیڈمی، پاکستان، ص ۴۶۔

۱۳۔ ایضاً ص ۴۷۔

۱۴۔ ماخوذ محمد آصف ملک، مسلمانوں کے سیاسی افکار و ادارے، پبلیشر ایمپوزیم احاطہ شاہدریاں، اردو بازار لاہور 2002 ص ۲۲۵۔

۱۵۔ ایضاً ص ۲۲۶۔

۱۶۔ ایضاً ص ۲۲۶،۲۲۷۔

۱۷۔ ایضاً ص ۲۲۷۔

۱۸۔ ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، مکتبہ تعمیر انسانیت، اندرون موچی دروازہ، لاہور، جلد ۴ ص ۵۰۹۔